قرآن کریم کا ایک مخلوط ترجمہ

ڈاکٹر حافظ عبدالقدیر☆

قرآن کریم رب کائنات کا اپنے بندوں سے وہ آخری خطاب ہے جو اُس نے خاتم النبیین آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے سے فرمایا' بظاہر قرآن ایک کتاب ہے حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے جسے ایک نام سے نہیں پکارا جا سکتا' اس کی صفات لامتناہی ہیں' اس کتاب کی عجب کیفیت ہے' یہ ہر ایک دل پر جلوہ فگن اور ہر ایک دماغ پر ضوء فشاں ہے' اس کی حلاوتیں ہر وجدان پر گھر کرتی ہیں' عامۃ الناس کیلیے یہ کتاب وعظ و نصیحت ہے' اصحاب علم کے لیے یہ خزینہ علوم و معارف ہے' راہیان طریق دانش کیلیے کتاب حکمت ہے' اہل دل کے لیے گنجینہ اسرار ہے' حقائق سے رو گردانی کرنے والوں کیلیے براہین قاطعہ اور دلائل باہرہ کا اَنمول خزانہ ہے اور متلاشیان حق کیلیے کتاب رشد و ہدایت ہے.(۱)

قرآن کریم گلہائے رنگارنگ کا ایسا حسین و جمیل گلدستہ ہے جس کی ہر آیت کریمہ اپنی بوقلمونی میں یکتا و بے مثل ہے. اس کی شستگی الفاظ' ان کی ترتیب' بیان کی خصوصیات' آیات کا غیر معمولی آغاز اور اختتام' الفاظ کی روانی' واقعات کا بیان' اسلوب نصیحت' الغرض جس پہلو سے بھی اسے دیکھیں حسین امتزاج کا نظارہ اور کیف و وجد کا اثر جدا ملتا ہے' علماء تفسیر و ترجمہ نے اپنی عمریں اس گلدستہ کی بہار

☆ لیکچرار شعبہ عربی' اُورینٹل کالج' پنجاب یونیورسٹی' لاہور.

آفرینی میں صرف کر دیں'(۲) لیکن جس طرح انسان اللہ کے حضور خود کو عاجز و درماندہ پاتا ہے اُسی طرح اسے کلام الٰہی کے سامنے اپنی بے بسی کا شدید احساس ہوتا ہے' قرآن کے اُلفاظ وآیات اتنے جامع' وسیع المعنی اور زور بیان سے اس قدر بھرپور ہیں کہ کسی بھی زبان میں
ان کے ترجمہ یا ترجمانی کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا' الفاظ وآیات کی مفصل تفسیر تو کی جاسکتی ہے لیکن ان کے معانی کے ہمہ جہت پہلوؤں کا احاطہ انتہائی مشکل ہے' مختصر اُلفاظ میں قرآنی آیات کا جامع' تمام پہلوؤں پر حاوی اور قرآن کے انداز میں ایسا مؤثر اور مکمل ترجمہ کرنا کہ اس میں قرآن کا زور بیان بھی منتقل ہو ناممکن نہیں تو اس کے قریب تر ہے' اس کے باوجود راہیان طریق عزم وہمت اور وارثان علم نبوت نے اپنے اپنے انداز میں یہ مشکل گھاٹی سر کرنے کی کوشش کی ہے(۳) اور قرآن کے اُبدی اور حیات بخش پیغام کو خلوص دل اور اپنی اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ قارئین تک منتقل کیا ہے' یہی سبب ہے کہ ہر ترجمہ قرآن کا اپنا رنگ اور اپنی خوشبو ہے جو قرآن کے متوالوں کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہے.(۴)

برصغیر پاک وہند میں قرآن کریم کے اردو تراجم کی ابتداء سے عام طور پر دو طرح کے تراجم رائج ہیں: ایک تحت اللفظ تراجم اور دوسرے بامحاورہ' ان دونوں اسالیب کی افادیت مسلمہ ہے. تحت اللفظ تراجم کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں ہر لفظ کا ترجمہ اس کے تحت ذکر کر دیا جاتا ہے' اس قسم کے تراجم کی عبارت غیر مربوط ہوتی ہے اور اسی بناء پر قاری کے قلب ونظر پر کچھ زیادہ گہرے اثرات مرتب نہیں کرتی' با الفاظ دگر جیسا قرآن کا اسلوب طاقتور ہے ترجمہ اتنی طاقت سے اس کی ترجمانی نہیں کر رہا ہوتا(۵) بقول مولانا سید مودودی:

"پہلی چیز جو ایک لفظی ترجمہ کو پڑھتے وقت محسوس ہوتی ہے وہ روانی عبارت' زور بیان' بلاغت زبان اور تاثیر کلام کا فقدان ہے' قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عبارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے نہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں نہ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں نہ اسکے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے نہ

اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل وفکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب وجگر تک اترتی چلی جارہی ہے' اس طرح کا کوئی تاثر رونما ہونا تو درکنار ترجمے کو پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج کیا گیا تھا۔"(٦)

البتہ اس اسلوب کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ قاری کو قرآن کے ہر لفظ کا معنی ذہن نشین ہو جاتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں جب وہ کلمہ دوبارہ اُس کی نظر سے گذرتا ہے تو اُسے اُس کا اندازہ ہو جاتا ہے' وہ بآسانی اُس کا مفہوم سمجھ جاتا ہے اور یوں اُس میں قرآن فہمی کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔(۷)

قرآن کریم کے اردو تراجم کا دوسرا اسلوب اس کا بامحاورہ ترجمہ کرنا ہے' اس اسلوب میں مترجم کے پیش نظر قرآنی مفاہیم ومعانی کا زیادہ بہتر طور پر ابلاغ وتفہیم ہوتی ہے' اسی بناء پر مترجم الفاظ کا ترجمہ نمبرا تحت اللفظ نہیں کرتا ہے نمبر۲ وہ اردو زبان کے محاورہ کا دھیان رکھتے ہوئے اپنی بات کو یا قرآن کے معنی کو قاری تک پہنچانے کیلئے اپنا زور بیان وقلم صرف کرتا ہے اس قسم کے تراجم کا قاری قرآن کے الفاظ کا معنی تو نہیں جان سکتا کہ اس لفظ کا کیا معنی ہے لیکن وہ قرآن کے مفہوم اور اسکے مقصد کو سمجھنے میں زیادہ آسانی محسوس کرتا ہے۔(۸) اس قسم کے ترجمہ کرنے والے پر لازم ہوتا ہے کہ اُسے عربی زبان پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی مکمل دسترس ہو۔

ان دونوں اسالیب سے ہٹ کر کچھ علماء ترجمہ نے یہ کوشش کی کہ انہوں نے تحت اللفظ ترجمہ کے قریب رہتے ہوئے اُسے زیادہ آسان اور سلیس بنانے کی کوشش کی' انہیں تراجم میں سے ایک زیر نظر ترجمہ قرآن کریم ہے جو مولانا شبیر احمد رحمہ اللہ نے کیا۔

مترجم کا مختصر تعارف

مولانا سید شبیر احمد ۲۰ اکتوبر کو آگرہ (یوپی) میں پیدا ہوئے' ۱۹۳۴ میں لاہور کے ایک معروف دینی مدرسہ حزب الأحناف سے ۱۴ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل کی' بعد ازاں پنجاب

یونیورسٹی کے امتحانات عربی فاضل، منشی فاضل، اور ادیب فاضل پاس کیے، پھر اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ ۱۹۴۷ میں ادارہ تعلیم نسواں قائم کیا جہاں خواتین کو مشرقی زبانوں، اقبالیات اور دیگر علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔

قیام پاکستان کے بعد علامہ محمد اسد (۹) کی سربراہی میں حکومت پاکستان کے قائم کردہ محکمہ احیاء ملت اسلامیہ میں بحیثیت ریسرچ سکالر کام کرتے رہے، محکمہ کی بندش کے بعد کچھ عرصہ کاروبار بھی کیا، ۱۹۵۵ء سے ۱۹۷۰ء تک شدید علالت کی بناء پر صاحب فراش رہے، بعد ازاں سعودی ثقافتی قونصل خانہ لاہور میں تقریباً دس برس تک مختلف علمی خدمات سرانجام دیں، ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۶ء تک ادارہ معارف اسلامی سے منسلک رہے، ۱۹۸۸ء میں دو رنگوں میں اس ترجمہ قرآن حکیم کا آغاز کیا جو ۱۹۹۳ء میں تکمیل کو پہنچا، علاوہ ازیں انہوں نے درس قرآن حکیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل عربی کتب کے تراجم بھی کیے۔

اللؤلؤ والمرجان	فؤاد عبد الباقی
تعریف عام بدین الاسلام (اسلام کا عام فہم تعارف)	شیخ علي طنطاوی
هل نحن مسلمون (کیا ہم مسلمان ہیں)	محمد قطب شہید
خصائص التصور الاسلامی ومقوماته (اسلامی نظریہ کی خصوصیات اور اصول)	محمد قطب شہید
کتاب التوحید	شیخ محمد بن عبد الوھاب
کتاب العقاید	امام حسن البناء شہید
الاسلام بین جهل أبناءه وعجز علماءه (مسلمانوں کی بے خبری اور علماء کی بے بسی)	شیخ عبد القادر عودہ شہید
فقه النساء	عطیہ خمیس

۱۹۹۱ء میں بانی کی حیثیت سے قرآن آسان تحریک کی بنیاد رکھی' ۲۰۰۰ء تک تاحیات صدر کی حیثیت سے اس تحریک کو چلاتے رہے' اور ۲۰ جنوری ۲۰۰۱ء میں خالق حقیقی سے جا ملے. (۱۰)

خصائص

زیر بحث ترجمہ اس لحاظ سے باقی تراجم سے منفرد ہے کہ یہ ترجمہ مولانا شبیر صاحب نے خود نہیں کیا بلکہ متعدد علماء کے تراجم لیکر اُن میں سے جو انہیں آسان اور قرآنی اُلفاظ کے قریب تر نظر آیا کو اختیار فرمالیا.

مولانا اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"اس صورت حال کے پیش نظر ایک مدت سے کچھ احباب کا تقاضا تھا کہ طالبین قرآن مجید کیلیے کوئی ایسا ترجمہ مرتب ہو جائے جس سے وہ قرآن کے مطالب و مفاہیم کو تفہیم اور ترجمانی کے انداز میں پوری طرح سمجھ بھی سکیں' یہ بھی معلوم ہوتا جائے کہ عربی کے کس لفظ کے کیا معنی ہیں' اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اندازہ ہوتا جائے کہ عربی الفاظ کی ترتیب و ترکیب کے انداز سے یہ معنی و مفہوم پیدا ہوتا ہے." (۱۱)

اس اعتبار سے یہ ایک منفرد کوشش ہے کہ یہ بہت سے تراجم کا خلاصہ اور اُن کا لب لباب ہے' ہم اسے مجمع التراجم کہہ سکتے ہیں. مولانا نے اردو زبان میں پہلے سے موجود آٹھ مستند تراجم کو سامنے رکھتے ہوے اُن میں سے "یسروا ولا تعسروا" کے اُصول پر عمل پیرا ہوکر ہر آیت کے قریب تر معنی اور آسان تر مفہوم کو لیا ہے' (۱۲) اور وہ تراجم مندرجہ ذیل اُصحاب کے ہیں.

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (۱۳)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ (۱۴)

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ (۱۵)

مولانا سید اُبوالأعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (۱۶)

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷)

علامہ وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ (۱۸))

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹)

مولانا شبیر احمد نے ترجمہ کرتے وقت اس بات کا دھیان رکھا کہ مندرجہ بالا تراجم میں سے جو ترجمہ انہیں موقع کی مناسبت سے قرآنی متن کے قریب تر نظر آیا، اور جس میں زیادہ ابلاغ پایا جاتا تھا اس کو اختیار کیا، چنانچہ اس ترجمہ میں مولانا اصلاحی کی لغت وانشاء کی سطوت ہے تو سید مودودی کی سادگی وروانی زبان کے حسن وادب کی چاشنی اور مولانا اُشرف علی تھانوی کی سلاست زبان وفصاحت وصحت بیان ہے، الغرض اس میں کامل ابلاغ ہے، کہیں پیچیدگی نہیں، کوئی تعقید نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ فصاحت وبلاغت کا نمونہ ہے.

اس ترجمہ میں مولانا نے یہ جدت بھی کی ہے کہ اس کی طباعت میں انہوں نے دو رنگوں کا استعمال کیا ہے سرخ اور نیلا، اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان دونوں رنگوں میں وہ لوگ بھی بآسانی تمیز کرسکتے ہیں جو Clour Blind ہوتے ہیں، اور مختلف رنگوں میں فرق نہیں کر پاتے. اس ترجمہ میں رنگوں کی ترتیب کچھ یوں رکھی گئی ہے کہ قرآنی آیات کے متن کا جتنا حصہ سرخ رنگ سے لکھا گیا ہے اُس کے سامنے اُس کا ترجمہ بھی سرخ رنگ سے لکھا گیا ہے اور جس حصے کو نیلے رنگ سے لکھا گیا ہے اُس کا ترجمہ بھی نیلے رنگ میں تحریر کیا گیا ہے تا کہ قاری کیلئے اُس لفظ کو سمجھنے میں آسانی رہے. مزید برآں نیلے اور سرخ رنگ کا امتزاج آنکھوں کو اور دیکھنے والوں کو بھلا لگتا ہے، وجہ شادابی قلب ہے اور " تسر الناظرین" کی عملی تفسیر دکھائی دیتا ہے. (۲۰)

اس ترجمہ کے lay out میں بھی انہوں نے یہ کاوش کی ہے کہ ایک کالم میں متن اور دوسرے کالم میں ترجمہ لکھا ہے. عام طور پر قرآنی تراجم میں یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ ایک سطر میں جبکہ اس کا ترجمہ اس کے نیچے دوسری سطر میں تحریر کیا جاتا ہے، اور یوں عربی

اردو عربی کا تسلسل جاری رہتا ہے. اس ترجمہ قرآن میں اس اسلوب سے ہٹ کر یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ ہر صفحہ کو دو کالموں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں سے پہلے کالم میں قرآنی آیات جبکہ اُس کے مقابل دوسرے کالم میں قرآنی آیت کے سامنے اُس کا ترجمہ تحریر کیا گیا ہے. اور یوں اس اسلوب سے قاری کیلئے آسانی ہوگئی ہے کہ اگر وہ صرف قرآنی متن کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ بغیر کسی انقطاع کے اسے جاری رکھ سکتا ہے' اور اگر وہ صرف ترجمہ پڑھنا چاہتا ہے تو یہ بھی اُس کیلئے ممکن ہے. اسی طرح اُگر وہ دونوں چیزوں کا متلاشی ہے تو یہ دونوں بھی اس کیلیے ممکن ہیں. مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۳ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے.

و اذا قیل لھم امنوا	اور جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ ایمان لاؤ
کماامن الناس قالوا	جس طرح ایمان لائے اور لوگ تو کہتے ہیں
أنؤمن کما امن	کہ کیا ایمان لائیں ہم جس طرح ایمان لائے
السفھاء ألا انھم ھم	بیوقوف' خبردار حقیقت میں یہی لوگ ہیں
السفھاء ولکن لا یعلمون (۲۱)	بیوقوف' لیکن جانتے نہیں

(قرآنی متن میں جن اُلفاظ کو Bold اور ITALIC کیا گیا ہے یہ اُلفاظ سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں جبکہ باقی اُلفاظ نیلے رنگ میں ہیں)

اس ترجمہ میں یہ بھی کاوش کی گئی ہے کہ ہر سورت کے شروع میں اس کی آیات ورکوع کی تعداد اور قرآن کریم میں ترتیب کے اعتبار سے اس کے نمبر کے ساتھ ساتھ اسکی ترتیب نزولی بھی ذکر کی گئی ہے' اسی طرح یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی' مثلاً سورۃ العلق کی ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے' اسکی ۱۹ آیات' ایک رکوع اور موجودہ قرآنی ترتیب کے اعتبار سے اسکا نمبر ۹۶ ہے جبکہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ قرآن کی پہلی سورت ہے. (۲۲)

اس ترجمہ کو صاحب ترجمہ نے نہ تو کلی طور پر لفظی ترجمہ رکھا ہے اور نہ ہی بامحاورہ ترجمانی کی

ہے. بلکہ یہ ترجمہ لفظی ترجمہ کے قریب رہتے ہوئے اُسے سلیس اور قابل فہم بنانے کی ایک کاوش ہے. چونکہ اردو کا اسلوب عربی کے اسلوب سے نسبتاً مختلف ہے اسی بناء پر ہمیں جا بجا ترجمہ میں قوسین کا استعمال دکھائی دیتا ہے' تاکہ قاری کو پتہ چل سکے کہ اس جگہ کوئی لفظ محذوف ہے یا قرینے سے معنی پیدا ہوتا ہے' مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر:۲

"ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين"

کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"یہ اللہ کی کتاب ہے نہیں کوئی شک اس (کے کتاب الٰہی ہونے) میں' ہدایت ہے (اللہ سے) ڈرنے والوں کیلئے" (۲۳)

اسی طرح سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۸

"صم بكم عمي فهم لا يرجعون"

کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

"بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں لہذا یہ (اب) نہ لوٹیں گے (سیدھے راستے کی طرف)" (۲۴)

اسی طرح مولانا نے ایسے عربی کلمات جو قرآن کریم میں بطور جمع استعمال ہوئے ہیں لیکن چونکہ اردو زبان میں اُن کا جمع میں ترجمہ کرنے سے انسانی ذہن میں شکوک وشبہات جنم لے سکتے تھے' کو ترجمہ کرتے وقت واحد رکھا ہے مثلاً سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۲ میں "فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون" کا ترجمہ یوں کیا ہے "پس نہ ٹھہراؤ اللہ کا ہمسر کسی کو" (۲۵) "أنداد" ند کی جمع ہے' اگر لفظی ترجمہ کیا جاتا تو معنی ہوتا تم اللہ کے بہت سے شریک نہ ٹھہراؤ' کوئی کہہ سکتا تھا کہ اللہ کے زیادہ شریک ٹھہرانا تو منع ہیں البتہ ایک دو کی گنجائش ہے' اس احتمال کے بطلان کی خاطر مولانا نے جمع کا ترجمہ واحد میں کیا ہے.

اسی طرح عربی زبان کے ایسے کلمات جو اردو زبان میں بھی بعینہ مستعمل ہیں، اور عربی سے اردو میں منتقلی کے وقت ان کے مفہوم میں کوئی تغیر وتبدل واقع نہیں ہوا مولانا نے اُن کے ترجمے کی کوشش نہیں کی ہے کہ جو خود مشکل پسندی کی طرف ایک قدم ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر:۳ "ملك يوم الدين" میں مالک کا ترجمہ مالک ہی رکھا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے:

مالک روز جزا کا (۲۶)

اسی طرح "الحمد لله رب العلمين" میں رب کا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ رب ہی رہنے دیا گیا ہے، ترجمہ یوں ہے:

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو رب ہے سب جہانوں کا"، (۲۷) اسی طرح دوسرے کلمات ہیں مثلاً: جنت جہنم دین وغیرہ۔

اسی طرح عربی زبان کے بعض کلمات ایسے ہیں کہ عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے سے اُن کا مفہوم مکمل طور پر منتقل نہیں ہوتا اس لیے مولانا نے ان کلمات کا ترجمہ کرتے وقت عربی اُلفاظ کو ہی ترجمہ میں اختیار کیا ہے، چنانچہ "عذاب عظیم" کا ترجمہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر:۷ "ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم" میں عذاب عظیم ہی کیا ہے۔

ترجمہ یوں ہے مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر (پڑ گیا ہے) پردہ، اور اُن کیلئے ہے عذاب عظیم۔ (۲۸)

اسی طرح سورہ فجر کی آیت نمبر:۲۷ میں "يا أيتها النفس المطمئنة" کا ترجمہ یوں ہے "اے نفس مطمئنہ"۔ (۲۹)

چونکہ یہ ترجمہ جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا مکمل طور پر لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اُلفاظ کے قریب تر ہے اسی لیے ایسی نحوی تراکیب کہ جن میں عربی اور اردو کا اسلوب مختلف ہے صاحب ترجمہ نے اردو تراکیب کا دھیان رکھا ہے۔ مثلاً اردو زبان میں مضاف الیہ عربی زبان کے برعکس مضاف پر مقدم ہوتا ہے اسی

لیے مولانا نے ترجمہ کرتے وقت اردو اسلوب کا ہی التزام کیا ہے. مثال کے طور پر سورۃ مریم کی آیت نمبر۵۴:

"واذکر فی الکتاب اسماعیل إنه کان صادق الوعد و کان رسولا نبیا" میں "صادق الوعد" کا ترجمہ کیا ہے "وعدے کا سچا". (۳۰)

اسی طرح مرکب توصیفی میں اردو زبان میں عربی کے برعکس چونکہ صفت پہلے آتی ہے اسی لیے ترجمہ کرتے وقت صفت کا ترجمہ پہلے کیا گیا ہے مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۰:

"فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب ألیم بما کانوا یکذبون"

میں "عذاب ألیم" کا ترجمہ کیا گیا ہے "دردناک عذاب". (۳۱)

اسی طرح جار مجرور میں بھی اگرچہ عربی زبان میں جار پہلے اور مجرور بعد میں آتا ہے لیکن مولانا نے اردو ترکیب کو مدنظر رکھتے ہوئے مجرور کا ترجمہ پہلے اور جار کا ترجمہ بعد میں کیا ہے مثلاً سورۃ الناس کی آیت نمبر۶ میں "من الجنة" کا ترجمہ کیا ہے "وہ جنوں میں سے ہو". اس جملے میں من حرف جار کا ترجمہ بعد میں ہے. (۳۲)

ترجمہ قرآن کی بابت بعض امور کی نشاندہی وتجاویز

کلام الٰہی کا ترجمہ ایک عظیم الشان اور تھکا دینے والا صبر آزما کام ہے' اس کیلیے برس ہا برس کی محنت درکار ہوتی ہے اور آنکھوں سے پانی کی جگہ خون بہانے کی ضرورت پڑتی ہے' ہم جانتے ہیں کہ ہر ذی شان کام کی انجام دہی میں کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ بھول چوک' اور غلطی کا احتمال رہتا ہے' اور انسان تو نام ہی بھول چوک کا ہے' البتہ یہ بھول چوک اُس کام کی علمی اہمیت اور افادیت کو کم نہیں کرتی' چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ چونکہ مولانا کے پیش نظر ترجمہ کو آسان سے آسان تر بنانا تھا اس لیے مولانا نے مذکورہ بالا تراجم میں سے جس ترجمہ کو عربی نص کے قریب تر پایا اُس کو ذکر فرمایا ہے. اسی بناء پر بعض مقامات پر ہمیں نظر آتا ہے کہ مولانا نے مقدمہ میں ترجمہ کے جن خصائص کا اظہار فرمایا ہے اُن کا ترجمہ میں التزام

کم ہے' مثال کے طور پر بعض جگہوں پر موصوف صفت کے ترجمہ میں اردو ترکیب کا دھیان نہیں رکھا گیا مثلاً سورہ فاتحہ کی آیت نمبر۵ "اھدنا الصراط المستقیم" میں آپ نے ترجمہ کیا ہے "دکھا ہم کو راستہ سیدھا"(۳۳) حالانکہ مولانا نے جو اصول مقدمہ میں وضع فرمائے ہیں اُن کے مطابق اس آیت کا ترجمہ ہونا چاہیے تھا "دکھا ہمیں سیدھا راستہ"' اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر۲۵ میں "ولھم فیھا أزواج مطھرۃ" کا ترجمہ کیا ہے "وہاں بیویاں ہوں گی پاکیزہ"(۳۴) حالانکہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا "وہاں اُن کیلیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی"'اسی طرح سورۃ التین کی آیت نمبر:۳ "وھذا البلد الأمین" کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور اس شہر امن والے کی"(۳۵).جبکہ ترجمہ یوں ہونا چاہیے: "اور اس اَمن والے شہر کی".

اسی طرح ایک ہی ترکیب کا ترجمہ کرتے وقت کہیں موصوف کا ترجمہ پہلے اور کہیں صفت کا ترجمہ پہلے کیا ہے' مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۱۰۴ میں "وللکفرین عذاب ألیم" کا ترجمہ کیا ہے" اور کافروں کیلیے ہے عذاب دردناک"(۳۶) جبکہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۱۷۴اور۱۷۸میں "عذاب ألیم" کا ترجمہ کیا ہے "دردناک عذاب".(۳۷)

اسی طرح قرآن کے بعض کلمات کو مولانا نے اردو میں ترجمہ نہیں کیا ہے حالانکہ وہ عربی کلما ت اردو میں رائج اور مستعمل نہیں ہیں' مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت نمبر۶۵ "ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت" کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور البتہ خوب جانتے ہو تم ان لوگوں کا قصہ جنہوں نے توڑا تھا تم میں سے سبت کا قانون"'(۳۸) زیادہ بہتر ہوتا اگر مولانا "سبت" کا ترجمہ کر دیتے کیونکہ یہ کلمہ اردو میں مستعمل نہیں ہے.

اسی طرح بعض جگہوں پر زیادہ مناسب تھا کہ کچھ تشریحی کلمات کو مولانا اپنی عادت کے مطابق بین القوسین رکھتے لیکن مولانا نے ایسا نہیں کیا ہے مثلاً سورۃ الإخلاص کی آیت نمبر۲ میں "اللہ الصمد" کا ترجمہ مولانا نے کیا ہے "اللہ بے نیاز ہے سب اس کے محتاج".(۳۹) زیادہ بہتر ہوتا اگر مولانا اس

جملے "سب اس کے محتاج" کو بین القوسین رکھتے.

اسی طرح قرآنی کلمات جو قرآن میں بار ہا استعمال ہوئے ہیں ان کا مولانا نے بعض جگہ ترجمہ کیا ہے جبکہ بعض جگہ انہیں ویسے ہی رہنے دیا ہے زیادہ بہتر ہوتا اگر مولانا اس بارے میں ایک ہی طریقہ کار کا التزام فرماتے. مثلاً بنی اسرائیل کا کلمہ قرآن میں متعدد مقامات پر آیا ہے مولانا نے کہیں اس کا ترجمہ بنی اسرائیل کیا ہے (۴۰) اور کہیں اولاد یعقوب. (۴۱) اسی طرح سورۃ الانفطار کی آیت نمبر ۱۵ میں "یصلونها یوم الدین" کا ترجمہ مولانا نے کیا ہے" داخل ہوں گے وہ اس میں جزا و سزا کے دن" (۴۲) دوسری جگہ سورہ الغاشیہ کی آیت نمبر ۴ میں "تصلی نارا حامیه" کا ترجمہ کیا ہے جھلس رہے ہوں گے وہ دہکتی آگ میں (۴۳) اور سورۃ الانشقاق کی آیت نمبر ۱۲ میں "ویصلی سعیرا" کا ترجمہ کیا ہے "اور جا پڑے گا دہکتی آگ میں" (۴۴) زیادہ بہتر ہوتا اگر مولانا تمام کلمات (یصلونها، تصلی، یصلی) کا مذکورہ آیات میں ایک ترجمہ رکھتے' اور یوں ترجمہ میں یکسانیت برقرار رہتی.

اسی طرح سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر ۳۸ میں "فإما يأتينكم مني هدى" کا ترجمہ یوں کیا ہے "اب ہوگا یہ کہ ضرور آئے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت" (۴۵) اس ترجمہ میں" اب ہوگا یہ کہ ضرور آئے گی" عبارت قرآنی متن سے مطابقت نہیں رکھتی' بہتر ہوتا کہ مولانا اس عبارت کو بین القوسین رکھتے.

اسی طرح بعض جگہ پر قرآنی آیت کے شان نزول کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآنی الفاظ کے مفہوم کو ترجمہ کی جگہ ذکر کیا گیا ہے' مثلاً سورۃ البروج کی آیت نمبر: ۱۰ "إن الذين فتنوا المؤمنين والمؤمنت" کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے" بے شک وہ لوگ جنہوں نے آگ میں جلایا مؤمن مردوں اور عورتوں کو" (۴۶) کلمہ "فتنوا" کا معنی ہے جنہوں نے آزمائش میں ڈالا' چونکہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے بعض مسلم صحابہ کو جلا ڈالا تھا اس بات کی بناء پر مولانا نے "فتنوا" کا ترجمہ آگ میں جلانا کیا ہے. اسی طرح سورۃ القارعہ میں "القارعہ" کا معنی مولانا نے کیا ہے "وہ عظیم

حادثہ "(۴۷) جو کہ اس لفظ کا معنی نہیں بنتا البتہ اس سے یہ مراد لیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ کی پروف ریڈنگ پر ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے مثلاً سورۃ فاتحہ کی آیات کی نمبرنگ نہیں کی گئی ہے (۴۸) اسی طرح المسجد الحرام کا ترجمہ کہیں مسجد حرام (۴۹) اور کہیں مسجد الحرام (۵۰) کیا گیا ہے۔

عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب حرف إذا ماضی سے پہلے آتا ہے تو وہ ماضی کے معنی کو مضارع یعنی مستقبل میں بدل دیتا ہے مولانا نے بعض جگہ پر اس اصول کی پیروی کی ہے جیسے سورۃ التکویر کی آیت نمبر:۱ میں "إذا الشمس كورت" کا ترجمہ کیا ہے "جب سورج لپیٹ دیا جائے گا" (۵۱) اور سورۃ الانشقاق کی آیت نمبر:۱ میں "إذا السماء انشقت" کا ترجمہ کیا ہے "جب آسمان پھٹ جائے گا" (۵۲) لیکن سورۃ الانشراح کی آیت نمبر:۷ میں "فإذا فرغت فانصب" کا ترجمہ ماضی میں کیا ہے اور وہ یوں کیا ہے "پھر اب جب کہ فارغ ہو چکے ہو تم تو محنت کرو (فرائض نبوت میں)" (۵۳) جو کہ مناسب نہیں ہے۔

بہر حال اس مقالے میں جن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ معمولی نوعیت کی ہیں، ہر بڑے کام میں کچھ نہ کچھ کمی ہمیشہ رہ ہی جاتی ہے، اور یہ کسی طور پر بھی اس علمی کام کی اہمیت وافادیت کو کم نہیں کرتی، یہی وجہ ہے یہ ترجمہ عامۃ الناس میں بہت مقبول ہے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اعوان، محمد اکرم، مولانا، اسرار التنزیل، چکوال، ادارہ نقشبندیہ اویسیہ، بار چہارم، جولائی ۱۹۹۷ء، جلد نمبر ۱، ص: ج

۲۔ ایضاً، ص: ک

۳۔ شبیر احمد، مولانا، قرآن حکیم اردو ترجمہ، اٹھائیسواں ایڈیشن، اگست ۲۰۰۵ء، قرآن آسان تحریک (رجسٹرڈ) لاہور، پیش لفظ، ص: ج

۴۔ میاں افتخار الحسن، ترجمہ قرآن ۔ قرآن فہمی کا ایک پہلو (تفسیر ضیاء القرآن کا خصوصی مطالعہ)، مقالہ شمولہ مجلہ: فکر و نظر، خصوصی اشاعت، برصغیر میں مطالعہ قرآن، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، جلد نمبر ۳۶، شمارہ نمبر: ۳-۴، ۱۹۹۹ء، ص: ۳۶۱

۵۔ ایضاً، ص: ۳۶۲

۶۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، بارھواں ایڈیشن، نومبر ۱۹۷۴ء، جلد اول، ص: ۷

۷۔ ایضاً

۸۔ میاں افتخار الحسن، مقالہ مذکور، ص: ۳۶۲

۹۔ دستور پاکستان کا پہلا خاکہ مرتب کرنے والے، نومسلم مفکر، مصنف، مبلغ، جو جولائی ۱۹۰۰ء میں پولینڈ میں ایک یہودی ربی خاندان میں پیدا ہوئے، خاندانی روایات کے مطابق بچپن میں عبرانی اور آرامی زبانیں سیکھیں، ۱۹۲۶ء میں مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ نے فروری ۱۹۹۲ء میں وفات پائی اور ہسپانیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے، آپ کی زیادہ مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

1- The Road To Mecca.

2- Islam at the crossroad.

۱۰۔ مولانا شبیر احمد رحمہ اللہ کے بیٹے صفدر صاحب سے انٹرویو۔

۱۱۔ شبیر احمد، مولانا، قرآن حکیم اردو ترجمہ، پیش لفظ، ص: د

۱۲۔ ایضاً، ص: د، ہ

۱۳۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ شاہ ولی اللہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ پہلے شخص ہے جنہوں نے قرآن پاک کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام موضح القرآن رکھا جو ۱۷۹۱ء بمطابق ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوا۔ یہ ترجمہ سلیس اور مختصر ہے اس لیے مطالب القرآن کو بھی اچھی طرح سے واضح کرتا ہے اور اردو کی ایک بلند پایہ تصنیف سمجھا جاتا ہے۔ آپ نے دہلی میں ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھیے: فیروز سنز، اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز لاہور، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۴ء، ص: ۶۳۳۔

۱۴۔ آپ ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء میں دیوبند کے ایک نامور عالم دین مولانا ذوالفقار علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ جب مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے دیوبند میں مدرسہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو قائم کیا تو مولانا محمود اس کے پہلے شاگرد تھے۔ ۱۳۳۵ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کر کے مالٹا بھجوا دیا گیا۔ ۱۳۳۸ھ میں رہا ہوئے۔ مالٹا کی اسیری کے دوران قرآن کا ترجمہ مکمل کیا اور اس پر سورہ مائدہ تک حواشی لکھے جبکہ باقی پر مولانا سید شبیر احمد عثمانی نے حواشی لکھے۔ آپ نے ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دیوبند میں انتقال فرمایا۔ دیکھیے: قاسم محمود، سید، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، آٹھواں ایڈیشن اکتوبر ۲۰۰۵ء، جلد دوم، ص: ۱۳۶۲)

۱۵۔ مفسر و محدث اور شاہ ولی اللہ کے دوسرے صاحبزادے جو ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ عالم متبحر، درویش سیرت بزرگ اور بلند پایہ مفسر و محدث تھے۔ قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر ان کی یادگار ہیں۔ آپ نے ۱۸۱۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھیے: فیروز سنز، اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۶۳۲۔

۱۶۔ جماعت اسلامی کے بانی اور امیر، مشہور روشن خیال عالم دین جو ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز، بلند پایہ مفکر، مفسر، عالم، بزرگ ہیں۔ آپ نے متعدد دینی و سیاسی مسائل پر متعدد کتب لکھیں۔ آپ نے ۱۹۷۹ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: فیروز سنز، اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۹۷۰)

۱۷۔ عالم دین اور ماہر قرآنیات جو بھارت کے صوبہ اتر پردیش کے ایک گاؤں بمہور ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ عربی و مصری تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے حاصل کی اسی مدرسے کے حوالے سے اصلاحی کہلوائے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آئے اور جماعت اسلامی کیلیے وقف ہو کر کام کیا۔ بعض اختلافات کی بناء پر ۱۹۵۸ء میں جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ علیحدگی کے بعد تفسیر لکھنے کا کام شروع کیا جو تقریباً ۲۳ برس کی محنت شاقہ کے بعد "تفسیر تدبر قرآن" کے نام سے ۹ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ مولانا ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ دیکھیے: قاسم محمود، سید، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص: ۲۷۳)

۱۸-عالم دین اور محدث جو ۱۷رجب ۱۲۶۷ھ بمطابق ۱۸۵۰ء میں بمقام کانپور (صوبہ یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے اور ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۵مئی ۱۹۲۰ء میں آصف نگر میں فوت ہوئے اور وقار آباد ضلع حیدر آباد دکن ہند میں مدفون ہوئے، آپ شاعر بھی تھے اردو اور عربی دونوں میں آپ کے اشعار ملتے ہیں. آپ نادرہ روزگار تھے، مؤلفات کی تعداد ۱۰۰ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے جن میں سے اہم موضحۃ القرآن (بامحاورہ ترجمہ قرآن مجید) تفسیر وحیدی، تبویب القرآن فی مضامین الفرقان، تیسیر الباری ترجمہ صحیح البخاری مع حواشی، راہ نجات وغیرہ ہیں، تفصیل کیلئے دیکھیے: عبدالحی، مولانا، نزہۃ الخواطر، دار ابن حزم، بیروت، بار اول: ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، جلد ثالث، ص: ۱۳۹۹. ونواب وحید الزمان، علامہ، تبویب القرآن فی مضامین الفرقان، لاہور، نعمانی کتب خانہ، بار اول، ۱۹۸۳ء، جلد اول، ص: ز تا ی.

۱۹-مشہور عالم دین، حکیم الامت، مجدد الملت جو ۱۸۶۳ء میں تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (بھارت) میں پیدا ہوئے، آپ کی تصانیف کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے، جن میں بہشتی زیور بہت زیادہ مشہور ہوا، لیکن آپ کا سب سے بڑا کارنامہ قرآن حکیم کا ترجمہ اور تفسیر (بارہ جلدوں میں) ہے، آپ نے ۱۹۴۳ء میں وفات پائی. دیکھیے: فیروز سنز، اردو انسائیکلوپیڈیا، ص: ۸۶.

۲۰-شبیر احمد، مولانا، قرآن حکیم اردو ترجمہ، پیش لفظ، ص: د

۲۱-ایضاً، ص: ۵

۲۲- ایضاً، ص: ۱۰۶۶.

۲۳-ایضاً، ص: ۳

۲۴-ایضاً، ص: ۶۵

۲۵-ایضاً، ص: ۷

۲۶-ایضاً، ص: ۲

۲۷-ایضاً، ص: ۲

۲۸-ایضاً، ص: ۴

۲۹-ایضاً، ص: ۱۰۵۹.

۳۰-ایضاً، ص: ۵۲۵

۳۱-ایضاً، ص: ۴

۳۲-أیضاً' ص:۱۰۷۸.

۳۳-أیضاً' ص:۲.

۳۴-أیضاً' ص:۷.

۳۵-شبیر أحمد' مولانا' قرآن حکیم اردو ترجمہ ' ص:۱۰۶۵.

۳۶-أیضاً' ص:۲۶.

۳۷-أیضاً' ص:۴۲'۴۳.

۳۸-أیضاً' ص:۱۶.

۳۹-أیضاً' ص:۱۰۷۷.

۴۰-أیضاً' ص:۲۰'۳۰'۶۴'۷۷'۴۷۰'۹۷۰.

۴۱-أیضاً' ص:۱۱'۱۲.

۴۲-أیضاً' ص:۱۰۴۵

۴۳-أیضاً' ص:۱۰۵۵.

۴۴-أیضاً' ص:۱۰۵۰

۴۵-أیضاً' ص:۱۰

۴۶-أیضاً' ص:۱۰۵۱'۱۰۵۲.

۴۷-أیضاً' ص:۱۰۷۱.

۴۸-أیضاً' ص:۲

۴۹-أیضاً' ص:۳۵'۴۷۷.

۵۰-أیضاً' ص:۳۷.

۵۱-أیضاً' ص:۱۰۴۲.

۵۲-أیضاً' ص:۱۰۴۹.

۵۳-أیضاً' ص:۱۰۶۵.